طالب محسن

ابوطالب سے مکالمہ

(مسلم، رقم ۲۴)

عن المسیب رضی اللّٰہ عنہ قال : لما حضرت أبا طالب الوفاۃ جاء ہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم. فو جد عندہ أبا جھل و عبد اللّٰہ بن أبی أمیۃ بن المغیرۃ. فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم: یاعم، قل لا إلٰہ إلا اللّٰہ کلمۃ أشھد لک بھا عند اللّٰہ. فقال أبو جھل و عبد اللّٰہ بن أبی أمیۃ: یا أبا طالب، أترغب عن ملۃ عبد المطلب. فلم یزل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یعرضھا علیہ و یعید لہ تلک المقالۃ حتی قال أبوطالب آخر ما کلمھم ھو علی ملۃ عبد المطلب و أبی أن یقول لا إلٰہ إلا اللّٰہ. فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم أما و اللّٰہ لأستغفرن لک مالم أنہ عنک. فأنزل اللّٰہ عز و جل: ما کان للنبی و الذین آمنوا أن یستغفروا للمشرکین ولو کانوا أولی قربی من بعد ما تبین لھم أنھم أصحاب الجحیم. و أنزل اللّٰہ تعالی فی أبی طالب فقال لرسول اللّٰہ

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

صلى الله عليه و سلم: إنك لا تهدى من أحببت ولكن الله يهدى من يشاء وهو أعلم بالمهتدين.

''حضرت مسیّب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ابوطالب کی وفات کا موقع آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے۔ آپ نے دیکھا کہ ان کے پاس ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بھی موجود ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چچا، لا الٰہ الا اللہ کا کلمہ کہہ دیجیے میں اس کی بنا پر آپ کے لیے گواہی دوں گا۔ اس پر ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ نے کہا: ابوطالب، کیا تم عبدالمطلب کے طریقے سے ہٹ جاؤ گے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلمہ پیش کرتے رہے اور وہ اپنی بات دہراتے رہے یہاں تک کہ ابوطالب نے انھیں آخر کار یہی بات کہی کہ میں عبدالمطلب کے طریقے پر ہوں، اس طرح انھوں نے لا الٰہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخدا، میں اس وقت تک آپ کے لیے مغفرت کی دعا کرتا رہوں گا جب تک اس سے روک نہ دیا جاؤں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم نازل ہوا: نبی اور جو لوگ ایمان لائے ہیں، ان کے لیے درست نہیں کہ وہ مشرکین کے لیے اگرچہ وہ قرابت مند ہی ہوں، حق کے واضح ہونے کے بعد دعاے مغفرت کریں۔ (بطور خاص) ابوطالب کے بارے میں اللہ تعالیٰ (نے آیات) نازل کیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: تم انھیں ہدایت نہیں دے سکتے جنھیں تم (ہدایت دینا) چاہتے ہو۔ لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ ہدایت چاہنے والوں کو جانتا ہے۔''

اگلی روایت میں مسلم میں یہ تصریح ہے کہ صالح کی روایت آیتوں کے ذکر سے پہلے ختم ہو جاتی ہے۔ اور معمر کی روایت میں 'یعید' کے بجائے 'یعیدان' آیا ہے۔

عن أبى هريرة قال رسول الله صلى الله عليه و سلم لعمه عند الموت قل لا إله إلا الله أشهد لك بها يوم القيامة، فأبى. فأنزل الله : إنك لا

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

تهدی من أحببت.

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کے وقت اپنے چچا سے کہا تھا: آپ لا الٰہ الا اللہ کہہ دیجیے، میں قیامت کے دن آپ کے حق میں گواہی دوں گا۔ انھوں نے انکار کر دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: آپ اسے ہدایت نہیں دے سکتے جس کے بارے میں آپ پسند کرتے ہیں (کہ وہ ہدایت پائے)...۔''

عن أبی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لعمه قل: لا إله إلا الله أشهد لك بها يوم القيامة. قال: لو لا أن تعيرني قريش يقولون إنما حمله على ذلك الجزع لاقررت بها عينك. فأنزل الله: إنك لا تهدی من أحببت ولكن الله يهدی من يشاء.

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا سے کہا: آپ لا الٰہ الا اللہ کہہ دیجیے میں قیامت کے دن آپ کے حق میں گواہی دوں گا۔ انھوں نے کہا: اگر ایسا نہ ہوتا کہ قریش مجھے یہ کہتے ہوئے عار دلاتے کہ اسے اس گھبراہٹ نے اس پر آمادہ کیا ہے تو میں تمھارے کہنے کے مطابق اقرار کر لیتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: آپ اسے ہدایت نہیں دے سکتے جس کے بارے میں آپ پسند کرتے ہیں (کہ وہ ہدایت پائے)۔ لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔''

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

لغوی مباحث

أبو طالب: یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے اور ان کا اصل نام عبد مناف تھا۔ نووی رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے کہ ان کی وفات ہجرت سے تھوڑا ہی عرصہ پہلے ہوئی اور ابن فارس کے حوالے سے لکھا ہے کہ ابوطالب کی وفات کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۴۹ سال آٹھ مہینے اور گیارہ دن تھی۔ ابوطالب کی وفات کے تین دن بعد حضرت

خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی دنیا سے رخصت ہو گئیں۔

أبا جهل: ابو جہل کا اصل نام عمرو بن ہشام تھا۔

أما واللّٰه: یہ بعض روایات میں الف کے بغیر یعنی 'أم واللّٰه' بھی روایت ہوا ہے۔ قسم کے ساتھ بالعموم اسے ایسے ہی بولا جاتا ہے اور قسمیہ جملے کے شروع میں الا کی طرح بطور کلمۂ افتتاح کے آتا ہے۔ اس کا ایک استعمال 'أحقاً' کے معنی میں ہے۔ مثلاً: ' أحقا إن زیدا منطلق ' کے بجائے 'أما إن زیدا منطلق '۔ بعض ماہرین کا خیال ہے کہ یہ حرف استفہام کے ساتھ ما مزیدہ جوڑ کر بنایا گیا ہے۔

الجزع: بعض روایات میں 'جزع' کی جگہ 'خرع' آیا ہے۔ 'جزع' کے معنی موت کے خوف کے ہیں۔ جبکہ 'خرع' کے معنی کمزوری اور دہشت کے ہیں۔ بعض شارحین کا خیال ہے کہ یہاں 'خرع' زیادہ موزوں ہے۔ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ اختلاف لکھی ہوئی عبارت کو پڑھنے میں ہوا ہے۔ قرائن 'جزع' کے حق میں ہیں۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

معنی

اس روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مکہ کا ایک واقعہ بیان ہوا ہے۔ اس واقعے سے چار نکات سامنے آتے ہیں۔ آیندہ سطور میں ہم ان کی وضاحت کریں گے۔

پہلی بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے متعلق ہے۔ اس کے بھی دو پہلو ہیں۔ ایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے اہل خاندان سے غایت درجہ محبت کا ہے۔ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کو بار بار کلمۂ توحید کہنے کی دعوت دی اور کہا کہ آپ یہ کلمہ کہہ دیجیے، میں اس کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ سے آپ کی مغفرت کے لیے سفارش کروں گا۔ یہ اصرار اس بات کا غماز ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دل کی گہرائیوں سے یہ چاہتے ہیں کہ آپ کے چچا جہنم میں جانے سے بچ جائیں۔ دوسرا پہلو آپ کے داعیانہ کردار کا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کو بڑی محبت سے دعوت دی۔ چچا اس دعوت کی حقانیت سے آگاہ ہیں، لیکن برادری کے کچھ لوگوں کے دباؤ کے باعث وہ ایمان قبول نہیں کر پاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس صورت حال کی قباحت کو دیکھ کر کمال حوصلے کا ثبوت دیتے ہیں۔ برادری کے لوگوں کو کچھ نہیں کہتے اور چچا سے غایت درجہ محبت کا اظہار کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ میں آپ کی مغفرت کی دعا کرتا رہوں گا، الّا یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس سے روک دیں۔ آج کا داعی اگر اس طرح کی صورت

حال کا سامنا کرتا تو مجلس کے لوگوں کو برا بھلا کہتا ہوا اٹھ آتا اور چچا کو نفرین بھیجتا۔ اس واقعے میں دعوت کا کام کرنے والوں کے لیے دو سبق ہیں: ایک یہ کہ انھیں کس طرح اپنے خاندان کا خیر خواہ ہونا چاہیے اور دوسرے یہ کہ یہ خیر خواہی خواہ بات بے سبب ہی رد کر دی گئی ہو کس طرح قائم رہنی چاہیے اور کسی طرح بھی اشتعال میں نہیں آنا چاہیے۔

دوسری بات حق و باطل کی کشمکش سے متعلق ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں واضح حق کے ساتھ کھڑے تھے اور اہل مکہ کو اس حق کو قبول کرنے کی دعوت دے رہے تھے۔ اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ بسا اوقات آدمی پر حق واضح ہوتا ہے، لیکن وہ اپنے خاندان، اپنے آبا اور اپنی انا کی حد کو پھلانگنے میں کامیاب نہیں ہوتا۔ چنانچہ حق سے محروم رہ جاتا ہے۔ استاد محترم نے اس روایت کا درس دیتے ہوئے بیان کیا کہ ابو طالب اسی کشمکش سے دوچار تھے۔ ممکن تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دل پزیر دعوت اس موقع پر موثر ہو جاتی، لیکن خاندان کے لوگوں نے خاندانی تعصب اور انا کو جگایا اور ابو طالب کو ایمان کی نعمت میسر نہ آ سکی۔

تیسری بات ایمان کے نافع ہونے سے متعلق ہے۔ شارحین نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ فرعون جب غرق ہو رہا تھا تو اس نے ایمان قبول کرنے کی بات کہی تھی، لیکن اس کا یہ ایمان رد کر دیا گیا تھا۔ کیا ابو طالب کی صورت حال بھی یہی نہیں ہے۔ وہ موت کے کنارے پہنچے ہوئے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم انھیں ایمان کی دعوت دے رہے ہیں اور یہ امید دلا رہے ہیں کہ وہ اگر ایمان قبول کر لیں گے تو وہ ان کے ایمان قبول کرنے کی شہادت دیں گے۔ شارحین نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ ایمان قبول کرنے کا موقع اس وقت تک ہے جب تک مرنے والا حقائق کو دیکھ نہ لے۔ انھوں نے اپنی بات کو مکالمے سے موکد کیا ہے۔ یعنی جب ابو طالب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل خاندان کی بات سنی اور اپنے شعور کے ساتھ اس کا جواب بھی دیا تو اس سے واضح ہے کہ وہ مرض الموت میں تو تھے، لیکن ابھی انھیں مشاہدہ نہیں ہوا تھا۔ ہمارے خیال میں دونوں معاملات میں فرق دوسرا ہے۔ فرعون اس عذاب سے دوچار تھا جس عذاب سے رسول کی مخاطب قومیں دوچار ہوتی ہیں۔ یہ عذاب ایک وعدے کی صورت میں پورا ہوتا ہے اور جب یہ عذاب آتا ہے تو حقیقت بالکل عریاں ہو جاتی ہے۔ جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت، مکہ میں جب یہ واقعہ پیش آیا تھا، اس مرحلے میں داخل نہیں ہوئی تھی جب سزا نافذ کر دی جاتی ہے اور لوگوں سے حق قبول کرنے کا موقع چھن جاتا ہے۔

چوتھی بات دو آیات کے شان نزول سے متعلق ہے۔ استاد محترم نے اپنے درس میں واضح کیا کہ دعاے مغفرت سے روکنے والی آیت سورۂ توبہ کی ہے۔ یہ بالکل واضح ہے کہ یہ سورہ اس واقعے کے بہت بعد میں مدینہ میں نازل ہوئی۔ یہ ممکن ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے نزول تک دعا کرتے رہے ہوں اور اس کے نزول کے بعد دعا کرنے

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

سے رک گئے ہوں اور آپ نے اس کا تذکرہ بھی صحابہ سے کیا ہو، لیکن یہ بات درست نہیں ہے کہ یہ آیت اس موقع پر نازل ہوئی تھی۔ دوسری آیت سورۂ قصص کی ہے۔ اس کے سیاق وسباق کی رو سے اس کا مطلب یہ ہے کہ حق کے قبول کرنے کی نعمت اسے حاصل ہوتی ہے جو حق کو دلائل کی بنیاد پر قبول کرتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش پر کسی کو ایمان کی نعمت کی سرفرازی حاصل نہیں ہوگی۔ یہ ایک اصولی بات ہے اور اسے کسی ایک واقعے سے متعلق قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ استاد محترم کی رائے کے مطابق ان دونوں آیات کے نزول کی وجہ یہ واقعہ نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی معنوی مناسبت کی وجہ سے کسی راوی نے انھیں اس واقعے سے جوڑ دیا ہے۔ صاحب فتح الملہم نے ایک روایت کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کے حوالے سے نازل ہوئی تھی۔ اوپر کی تفصیل سے واضح ہے کہ یہ بیان بھی ناقابل قبول ہے۔

اس روایت کے حوالے سے ایک ضمنی بحث ان روایات سے پیدا ہوئی ہے جن میں یہ بیان ہوا ہے کہ بالآخر ابوطالب نے کلمۂ توحید پڑھ لیا تھا۔ صاحب فتح الملہم نے اس پر جرح کرتے ہوئے رائے دی ہے کہ قوی روایات وہی ہیں جن میں ایمان قبول نہ کرنے کا ذکر ہوا ہے۔

فتح الملہم میں واحدی کے حوالے سے یہ بات بیان کی گئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس موقع پر وہاں جانے کی وجہ کیا ہوئی تھی۔ ابوطالب جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے اور انھوں نے اپنے لوگوں سے اپنی تکلیف کا ذکر کیا تو ان لوگوں نے کہا کہ اپنے بھتیجے کو بلا بھیجو۔ وہ ایک جنت کا ذکر کرتا ہے وہ اپنی اس جنت سے تمھارے لیے کچھ بھیج دے جو تمھارے لیے شفا ہو۔ یہ پیغام بھیج دیا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ اس جنت کا طعام اور مشروبات اہل کفر کے لیے حرام ہیں۔ پھر آپ خود تشریف لائے اور یہ ساری بات ہوئی۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

متون

امام مسلم رحمہ اللہ نے اس روایت کے تمام اہم متون نقل کر دیے ہیں۔ آپ پڑھ چکے ہیں کہ کچھ متون میں واقعہ تفصیل سے بیان ہوا ہے، کچھ میں محض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمہ پڑھنے کی دعوت دینے اور ابوطالب کے انکار کو بیان کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔ باقی فرق لفظی ہیں۔ مثلاً 'لما حضرت الوفاۃ' والے جملے میں فاعل، فعل اور متعلقات کی ترتیب کی تمام صورتیں روایت ہوگئی ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوجہل وغیرہ کے اصرار کو بھی مختلف

اسالیب میں بیان کیا گیا ہے۔ کہیں 'فسکت فأعادھا' اور کسی میں 'فلم یزالا یکلمانه' کے الفاظ آئے ہیں۔ لیکن زیادہ مرویات مسلم رحمہ اللہ کے متن کے مطابق ہیں۔ اسی طرح 'أشهد' کے بجائے 'أحاج' اور 'أشفع' کا فعل بھی آیا ہے۔

مستدرک حاکم میں باقی واقعہ تو اسی طرح ہے، لیکن ابوطالب کی تعریف کے کچھ جملے بڑھائے گئے ہیں۔ اس روایت کے مطابق حضور نے کلمے کی طرف بلانے سے پہلے کہا تھا:

یا عم إنك أعظمهم علی حقا وأحسنهم عندی یدا ولأنت أعظم حقا علی من والدی فقل کلمة تجب لك علی بها الشفاعة یوم القیامة قل لا إلٰه إلا الله. (رقم ۳۲۹۱)

''اے چچا، آپ مجھ پر حق میں سب سے بڑھ کر ہیں۔ دست شفقت (رکھنے میں) میرے نزدیک ان سب سے اچھے ہیں۔ میرے اوپر قائم حق میں آپ میرے والد سے بڑھ کر ہیں۔ آپ ایک کلمہ پڑھ دیجیے جو آپ کے لیے قیامت کے دن میرے اوپر شفاعت واجب کر دے گا۔ آپ لا الٰہ الا اللہ کہہ دیجیے۔''

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

ابن حبان میں اسی طرح کے ایک اور واقعے کا بیان ملتا ہے:

عن ابن عباس قال مرض أبو طالب فأتته قریش وأتاه النبی صلی الله علیه وسلم یعوده وعند رأسه مقعد رجل. فقام أبو جهل. فقعد فیه. فشکوا رسول الله صلی الله علیه وسلم إلی أبی طالب. فقالوا: إن بن أخیك یقع فی آلهتنا. قال: ما شأن قومك یشکونك یا بن أخی. قال: یا عم إنما أردتهم علی کلمة واحدة تدین لهم بها العرب وتؤدی إلیهم بها العجم الجزیة. قال: وما هی؟ قال: لا إلٰه إلا الله. فقالوا: أجعل الآلهة إلها واحدا. قال: ونزلت: ص. والقرآن

''حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ ابو طالب بیمار ہوئے تو قریش اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لیے آئے۔ ان کے سر کے پاس ایک آدمی کے بیٹھنے کی جگہ تھی۔ ابوجہل اٹھا اور اس جگہ پر بیٹھ گیا۔ قریش نے ابو طالب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکایت کی۔ انھوں نے کہا: یہ تمھارا بھائی جایا ہمارے معبودوں کے پیچھے پڑ گیا ہے۔ ابوطالب نے کہا: بھائی کے بیٹے تیری قوم کو کیا ہوا کہ تیری شکایت کرتی ہے۔ آپ نے کہا: چچا جان، میں تو انھیں ایک کلمے پر لانا چاہتا ہوں جسے یہ اختیار کر لیں تو عرب ان کی اطاعت کریں گے اور عجم انھیں جزیہ دیں گے۔ پوچھا: وہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: لا الٰہ الا اللہ۔ انھوں نے سوال کیا: کیا اس نے سب معبودوں کو

ذی الذکر. إلی قوله إن هذا لشیء عجاب. (رقم ۶۶۸۶)	ایک کر دیا: چنانچہ سورۂ ص کی 'لشیء عجاب' تک آیات نازل ہوئیں۔''

بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ابن حبان میں منقول یہ واقعہ مرض الموت سے متعلق نہیں ہے۔

کتابیات

بخاری، رقم ۱۲۹۴، ۳۶۷۱، ۴۳۹۸، ۴۴۹۴، ۶۳۰۳۔ مسلم، رقم ۲۴، ۲۵۔ ترمذی، رقم ۳۱۸۸۔ ابن ماجہ، رقم ۲۰۹۷۔ المستدرک، رقم ۳۲۹۱۔ نسائی، رقم ۲۰۳۵۔ ابن حبان، رقم ۹۸۲، ۲۶۷۰، ۶۶۸۶، ۶۲۷۰۔ احمد، رقم ۱۵۹۰، ۲۰۰۸، ۹۶۰۸، ۹۶۸۵، ۲۳۷۲۴۔ سنن کبریٰ، رقم ۲۱۶۲، ۱۱۲۳۰، ۱۱۳۸۳، ۱۱۳۸۴، ۱۱۴۳۶۔ ابویعلیٰ، رقم ۶۱۷۸۔ معجم کبیر، رقم ۸۲۰۔ الآحاد والمثانی، رقم ۲۷۰۔ اسحاق بن راہویہ، رقم ۲۰۸۔

---

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org